اسلامی علوم کے ہندی مصادر

جناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

ہندوستان کا بین ثقافتی پس منظر اسلامی علوم جو آج اپنی مکمل شکل میں ہمارے سامنے ہیں، وہ دراصل کئی قوموں کے علمی آثار، اور یونانی وایرانی، ہندی وعربی تمدن کے باہمی اختلاط کا نتیجہ ہیں، اس سلسلہ میں ایرانی اور سریانی قوموں کے علاوہ ایک قابلِ ذکر تعداد مسیحی وصابئی اور ہندی مترجمین کی بھی ہے، جن کی مجموعی کوششوں سے مسلمانوں میں تدوینِ علوم کا کام انجام پذیر ہوا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام جب آیا ہے تو اس وقت دنیا میں چار بڑے علمی مرکز تھے: اسکندریہ [۱]، یونان [۲]، مدرسہ جندیسابور اور ایران کے دیگر تمام علمی مراکز [۳]، ہندوستان [۴]۔

یہ وہ بنیادی مراکز ہیں جہاں سے دنیا کے مختلف گوشوں میں علم پھیلا ہے نیز تحقیق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خود ان مکاتب کے مابین بھی قدیم زمانے سے ثقافتی روابط رہے ہیں بایں معنی کہ ایک جگہ کی کتابیں دوسری جگہوں پر جاتی تھیں اور ہر مکتبہ اپنی اپنی زبان میں ان کے ترجمے کراکر محفوظ رکھتا تھا، اسی طرح ان کی تشکیل میں ایک دوسرے کی معاونت کو پورا پورا دخل ہے، البتہ ہندوستان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا علمی سرمایہ جو کچھ بھی ہے وہ ذاتی ہے اور طب، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ کسی علم میں اس نے کسی دوسرے ملک سے کوئی چیز عاریت نہیں لی، اس کا سبب صرف، اس کا استغنا ہی نہ تھا بلکہ اس میں ان کی چھوت چھات اور تعصب وتنگ نظری کو بھی دخل ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

یہ نہایت لطیف شرح ہے افسوس نایاب ہے۔

(۱۱) وشی الدیباج:۔ علامہ بجمعوعی المتوفی ۱۲۹۸ھ نے علامہ سیوطی کی شرح کی تلخیص کی ہے جو مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

(۱۲) السراج الوہاج:۔ مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب المتوفی ۱۳۰۷ھ،

یہ بھی مختصر منذری کی شرح ہے جو طبع ہو چکی ہے۔

(۱۳) مختصر صحیح مسلم:۔ علامہ عبد العظیم منذری نے صحیح مسلم کا اختصار کیا اور تبویب بھی کی ہے، یہ اس کی شرح ہے۔

(۱۴) فتح الملہم:۔ یہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ المتوفی سنہ ھ کی شرح ہے، اس کی صرف تین جلدیں مکمل ہو سکیں، غالباً پانچ جلدوں میں یہ مکمل ہوتی، مگر افسوس کہ حضرت مولانا کا وصال ہوگیا، اس لئے کتاب ناقص رہی، ہم دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کسی اپنے بندہ کے ذریعہ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے، مصنف نے شروع میں ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے جس میں علم حدیث کے اصول وضوابط اور کتاب کی خصوصیات سے بحث کی ہے، نیز شرح میں خصوصیت سے اسرارِ حدیث کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائی ہے، اس مقالہ میں اس سے بہت کچھ استفادہ کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی شروح و متعلقات کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے، جو ملا علی قاری ۱۰۱۶ھ، علامہ قسطلانی ۹۲۳ھ وغیرہ کے قلم سے نکلی ہیں، صاحب کشف الظنون وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اردو

مصنفہ: حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔
مترجمہ: رشید احمد صاحب انصاری مرحوم۔

اس کتاب کی اہمیت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی کافی ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں قرآن مجید کی تفسیر کے تمام بنیادی اصولوں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب کلام الٰہی کی تفسیرِ صحیح کے لئے ایک کنجی کا کام دیتی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ، قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

اسلامی علوم کے ہندی مصادر

جناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

ہندوستان کا بین ثقافتی پس منظر اسلامی علوم جو آج اپنی مکمل شکل میں ہمارے سامنے ہیں، وہ در اصل کئی قوموں کے علمی آثار، اور یونانی وایرانی، ہندی وعربی تمدن کے باہمی اختلاط کا نتیجہ ہیں، اس سلسلہ میں ایرانی اور سریانی قوموں کے علاوہ ایک قابلِ ذکر تعداد مسیحی وصابئی اور ہندی مترجمین کی بھی ہے، جن کی مجموعی کوششوں سے مسلمانوں میں تدوینِ علوم کا کام انجام پذیر ہوا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام جب آیا ہے تو اس وقت دنیا میں چار بڑے علمی مرکز تھے: اسکندریہ [۱]، یونان [۲]، مدرسہ جندیسابور اور ایران کے دیگر تمام علمی مراکز [۳]، ہندوستان [۴]۔

یہ وہ بنیادی مراکز ہیں جہاں سے دنیا کے مختلف گوشوں میں علم پھیلا ہے نیز تحقیق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خود ان مکاتب کے مابین بھی قدیم زمانے سے ثقافتی روابط رہے ہیں بایں معنی کہ ایک جگہ کی کتابیں دوسری جگہوں پر جاتی تھیں اور ہر مکتبہ اپنی اپنی زبان میں ان کے ترجمے کرا کر محفوظ رکھتا تھا، اسی طرح ان کی تشکیل میں ایک دوسرے کی معاونت کو پورا پورا دخل ہے، البتہ ہندوستان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا علمی سرمایہ جو کچھ بھی ہے وہ ذاتی ہے اور طب، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ کسی علم میں اس نے کسی دوسرے ملک سے کوئی چیز عاریۃً نہیں لی، اس کا سبب صرف، اس کا استغناہی نہ تھا بلکہ اس میں ان کی چھوت چھات اور تعصب وتنگ نظری کو بھی دخل ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

سکندر کے ہندوستان آنے سے قبل یونانی فلسفہ کے آثار کم و بیش سنسکرت کتابوں میں پائے جاتے ہیں، چنانچہ سند ھند کی زیچ کا تیسرا حصہ جو اسکندریہ کے باشندے پولیس (PAULIS) سے منسوب ہے اور چوتھا حصہ رومک سدھانتہ جو ایک رومی عالم ایلشریخین کا لکھا ہوا ہے، ان سب کو خطاب کرتے ہوئے ایک ہندی فاضل براہمر (VARAHAMIHIRA) کہتا ہے: یونانی باوجود اس کے کہ ناپاک ہیں لیکن علوم سے وابستگی کے سبب وہ بڑے درجہ پر پہنچ گئے، پس اگر برہمن اپنے اس ذاتی تقدس کے ساتھ جو وہ رکھتا ہے، علم کو بھی ان پر بڑھاتا تو سمجھ لیجئے کہ وہ کس مقام پر پہنچ گیا ہوتا۔

چھٹی صدی قبل مسیح وہ دور ہے جب یونانی فلسفہ و حکمت کا آفتاب طالع ہونا شروع ہوا، اس وقت ہندوستان کا تمدن شاہانہ منزلوں میں تھا، چنانچہ سنسکرت کی بہت سی کتابیں مثلاً شولوا سوترا، ریاضیات میں اور اپنشد کے رسائل اسی زمانے میں لکھے گئے ہیں۔

شعورِ نباتات کا مسئلہ جس کی نسبت افلاطون کی طرف دی جاتی ہے، قدمِ عالم، بایں معنی کہ علتِ قدیم ہے تو معلول بھی قدیم ہوگا۔ ملکات و اخلاق کی دستہ بندی اور ان پر موشگاف بحثیں، عددِ عناصر، تجردِ نفس جو سقراط کی بحثوں کا محور ہے، یہ سب ہندی افکار ہیں جن کو یونانیوں نے لیا ہے اور ان کی کتابیں ان سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں، یہ ان کی ذاتی صلاحیت تھی کہ جو افکار انھوں نے مصر و بابل اور خاص طور پر ہندوستان سے حاصل کئے تھے، ان کو اتنی ترقی دی کہ اصل کے خد و خال دھندلے پڑ گئے، یہی وجہ ہے کہ یونانی افکار میں ہندی افکار کی بہ نسبت زیادہ دقتِ نظر ملتی ہے، چنانچہ ابوریحان بیرونی جو خود ہندی علوم کا مروّج ہے، اس نے صراحت کے ساتھ یہ کہا ہے کہ "زیچ سند ھند" جو ریاضی کی ایک اہم ترین کتاب ہے، کسی طرح مجسطی کے پایہ کو نہیں پہونچتی۔

ذیل میں اس کا ایک اجمالی خاکہ تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

کتب خانۂ اسکندریہ اور ہندی ثقافت

کتب خانۂ اسکندریہ دنیا کا سب سے قدیم علمی مرکز مانا جاتا ہے، اس کی بنیاد جب رکھی گئی ہے اور کتابوں کی فراہمی کے لئے مختلف ممالک میں وفد بھیجے گئے ہیں تو ان میں ایک نام ہندوستان کا بھی ملتا ہے، جیسا کہ ابن ندیم کی حسبِ ذیل روایت سے معلوم ہوگا:[1]

"اسکندریہ کے بادشاہوں میں سے بطلوماوس فیلادلفوس جب تخت نشین ہوا تو اس کو علمی کتابوں

[1] ابن ندیم: الفہرست (ص ۳۴۸)

کی تلاش ہوئی، یہ کام اس نے ایک شخص "زمیرہ" نامی کے سپرد کر دیا، اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے چون ہزار ایک سو بیس (۵۴۱۲۰) کتابیں جمع کرلیں اور بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! ابھی تو دنیا میں بہت کچھ علمی ذخیرے سند، ہند، فارس و جرجان، ارمان و بابل، موصل اور روم میں باقی رہ گئے ہیں۔"

ابن ندیم نے اس روایت کو یہیں پر ختم کر دیا ہے لیکن قفطی کے یہاں اتنا اضافہ ہے[1] کہ بادشاہ نے جب کتابوں کی اتنی تعداد سنی تو بہت خوش ہوا اور حکم دے دیا کہ یہ کام برابر جاری رکھا جائے، چنانچہ اس کی وفات تک کتابوں میں اضافہ ہوتا رہا، اس کے مرنے کے بعد جو بادشاہ تخت پر بیٹھا وہ اپنے پیشرو کے نصب العین کی تکمیل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے فتح اسکندریہ کے وقت تک یہ کام جاری تھا اور حکومت کی طرف سے ان کتابوں کی حفاظت اور ان سے استفادہ کے لئے مستقل ایک محکمہ تھا۔

یونان اور ہند | یونان اور ہند کے ثقافتی روابط کی ابتداء اسکندر کے حملہ کے وقت سے شروع ہوتی ہے، اس وقت ہندوستان کا تمدن اتنی ترقی کر چکا تھا کہ سکندر یہاں کے عجائبات کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس نے اس کی اطلاع ارسطو کو دی، ارسطو نے اس کے جواب میں جو خط لکھا ہے، اس کو پڑھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سکندر نے ہندوستان کے بارے میں اپنے کیا تاثرات اس کے سامنے رکھے تھے، یہ خط حسب ذیل ہے۔[2]

"امابعد! آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے بیت الذہب کی عمارت آپ کو بہت پسند آئی ہے اور آپ نے وہاں عجیب و غریب چیزیں، بلند و بالا اور مختلف قسم کے جواہرات سے مرصع و مزین جو عمارتیں دیکھیں، اُن کا ذکر کیا ہے اور اس سُرخ سونے کا بھی ذکر کیا ہے جو نگاہوں کو خیرہ کر دیتا ہے اور ساری دنیا میں جس کا چرچا ہے، لیکن یہ عرض کروں گا کہ آپ نے جن مذکورہ بالا علوی اور ارضی چیزوں سے واقفیت حاصل کی ہے اور جو آپ کو بڑی تعجب انگیز اور دلفریب معلوم ہوتی ہیں، یہ سب انسانی دستکاری نے اپنی دانائی سے بہت تھوڑی مدت میں بنائی ہیں، ان کے بجائے میں آپ کے لئے یہ پسند کروں گا کہ آپ اپنی نگاہ اوپر، نیچے، دائیں، بائیں اٹھا کر قدرت کی کرشمہ سازیوں

---

[1] قفطی: تاریخ الحکماء مطبوعہ بغداد (ص ۳۵۶) - [2] مسعودی: التنبیہ والاشراف (ص ۲۰۱)

یعنی آسمان کی بلندیوں، چٹانوں، پہاڑوں اور سمندروں پر ڈالئے اور دیکھئے کہ ان کے اندر کیسے کیسے عجائبات پوشیدہ اور کیسی کیسی واضح اور عیاں مصنوعات اور بلند و بالا عمارتیں ہیں، جو نہ لوہے سے تیار ہو سکتی ہیں، نہ منجنیقیں انہیں توڑ سکتی ہیں اور نہ انسان کے کمزور اور ناتواں جسم انہیں زندگی کی تھوڑی سی مدت میں بنا سکتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ سکندر کے حملہ کی جہاں اور وجوہات کار فرما رہی ہوں وہاں ایک بڑی وجہ ہندوستان کی ثقافتی شہرت بھی تھی چنانچہ شہرستانی کا بیان ہے[1] کہ سکندر جب ہندوستان آیا تو یہاں کے حکماء نے اسکی علمی دلچسپیوں کو سراہتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان سے مناظرہ کے لئے کسی حکیم کو بھیجدیا جائے، سکندر نے ان کی یہ خواہش قبول کر لی اور اپنے یہاں کے کچھ حکماء کو ان کے پاس بھیجدیا، اس کے بعد مؤلف کے یہ الفاظ ہیں:-

"ومناظراتھم مذکورۃ فی کتب ارسطوطالیس (ان کے مناظرے ارسطوطالیس کی کتابوں میں مذکور ہیں)

اس کے بعد سکندر جب واپس چلا گیا تو راجہ کنکد نے اس کو لکھا کہ یونان کے کچھ حکماء کو آپ ہم سے مباحثے کے لئے بھیجدیں، سکندر نے اس کے جواب میں حکمائے یونان کی ایک جماعت کو اس کے پاس بھیج دیا، چنانچہ ان کے اور راجہ کنکد کے درمیان جو مباحثے ہوئے ہیں، ان کا ذکر مسعودی نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:-[2]

"جب تمام حکماء اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے بیٹھ گئے تو (راجہ کنکد) ان کی طرف متوجہ ہوا اور اصولِ فلسفہ وطبیعیات اور الہٰیات کے مسائل پر ان سے بحث شروع کی، اس وقت اس کے سامنے کی طرف اس کے درباری حکماء اور فلاسفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، اس بحث نے جو مبادی اول پر تھی، کافی طول پکڑا اور آپس میں اختلاف شروع ہو گیا اور لوگ علماء کے موضوعات اور حکماء کی ترتیبات میں غور کرنے لگے اور بالآخر علویات سے متعلق مسائل میں حکماء نے جہاں سے بحث شروع کی تھی وہیں پھر پلٹ کر آ گئے۔"

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سکندر جب ہندوستان سے واپس گیا ہے تو یہاں کے کچھ حکماء کو وہ اپنے ہمراہ لے گیا تھا، چنانچہ اس کے انتقال کے وقت حاضرین میں جہاں فارس اور یونان کے دیگر حکماء تھے، وہاں

[1] - شہرستانی: الملل والنحل (۳: ۳۸۴) [2] مروج الذہب (۱: ۲۵)

ہندی حکماء کے نام بھی ملتے ہیں جیسا کہ مسعودی کا بیان ہے[1]:-

فلما مات الاسکندر طافت بہ الحکماء فمن کان معہ من حکماء الیونانیین والفرس والھند وغیرھم من علماء الامم وکان یجمعھم ویستریح الی کلامھم ولایصدر الامور الاعن رأیھم۔	سکندر کا جب انتقال ہوا تو اس کے مصاحبین میں یونان، فارس، ہند، نیز دیگر ممالک کے حکماء نے اس کے چاروں طرف چکر لگائے، یہ وہ حکماء تھے جن کو سکندر اپنی صحبت میں رکھتا تھا اور ان کے کلام سے طمانینت حاصل کرتا تھا اور بغیر ان کی رائے کے امورِ مملکت میں کوئی اقدام نہیں کرتا تھا۔

اس موقع پر جن حکماء نے اپنے اپنے طور پر تعزیتی الفاظ کہے ہیں، ان میں ایک ہندی حکیم بھی ہے، جس کے یہ الفاظ مسعودی نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں[2]:- یا من کان غضبہ الموت، ھلا غضبت علی الموت (اے وہ جس کا غضب موت تھا، اب موت پر غضبناک کیوں نہیں ہوتا۔) ایک دوسرے حکیم نے کہا ان یک دنیا یکون ھکذا آخرھا فالزھد اولی ان یکون فی اولھا۔ (اگر دنیا کا انجام یہی ہے تو آغاز ہی میں زہد اختیار کرنا بہتر ہے) اس حکیم کے بارے میں مسعودی نے لکھا ہے: "وکان من نساک الھند" یہ ہندوستان کے تارک الدنیا لوگوں میں تھا۔

ہند اور ایران ہند اور ایران کے ثقافتی روابط کی ابتداء عام طور سے "کلیلہ ودمنہ" سے کی جاتی ہے، جو نوشیرواں کے زمانہ میں ہندوستان سے ایران پہونچی اور پہلوی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا، لیکن تاریخ کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں ممالک کے ثقافتی روابط کا سلسلہ اس کے بہت پہلے سے قائم تھا اور کلیلہ ودمنہ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے، ابن ندیم کی حسبِ ذیل روایت سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے، وہ لکھتا ہے[3]:-

"اہلِ ایران کا کچھ علمی سرمایہ ہند اور چین کے اطراف میں باقی رہ گیا تھا جس کو ایران کے بادشاہوں نے اپنے پیغمبر زروشت اور جاماسپ العالم کے عہد میں مدون کیا تھا اور ان ممالک میں اس خیال سے محفوظ کر دیا تھا کہ زروشت اور جاماسپ العالم نے ان کو اس بات سے ڈرا دیا تھا کہ

---

[1] مروج الذہب (۱: ۲۴۶) [2] ایضاً: (۱: ۲۴۷) [3] ۹- الفہرست (ص ۳۴۷)

سکندر ایران کو فتح کرے گا اور یہاں کے علمی سرمایہ پر جس حد تک وہ قابو پائے گا، یا تو برباد کردیگا یا ایران سے اس کو نکال کر اپنے قبضے میں کرے گا، اس بنا پر وہاں علم اور علماء کی کمی ہو گئی....

یہاں تک کہ ساسانی نسل سے اردشیر بن بابک ایران کا بادشاہ ہوا، اس نے یہ علمی سرمایہ حاصل کرنے کی غرض سے ہند، چین اور روم کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیجا، نیز جو اجزاء اس کے ساقط ہو گئے تھے، ان کو دوبارہ لکھوایا، اس کے علاوہ عراق میں جو تھوڑا سرمایہ باقی تھا، اس کو بھی اپنے قبضے میں کیا، اس طرح یہ تمام کتابیں جو متفرق اور پراگندہ تھیں، ایک مرکز پر محفوظ ہو گئیں....

اردشیر کے بعد اس کے بیٹے سابور نے بھی اپنی توجہ اس طرف قائم رکھی بلکہ اس نے ان تمام کتابوں کو فارسی میں نقل کرایا، ان میں بعض ہندی کتابیں بھی تھیں[1]

مدرسہ جندیسابور | ایران کا مشہور علمی مرکز ہے، اس کے بارے میں مشہور ہے کہ شاپور اول (۲۴۱ - ۲۷۱ء) نے اسکی بنیاد رکھی تھی اور اسی کے زمانے میں اس نے علمی مرکز کی حیثیت حاصل کر لی تھی، بعض مؤرخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ شاپور نے متعدد یونانی کتابوں کے ترجمے کرائے اور اس مکتبے میں ان کو محفوظ کیا[2] اس کے بعد کسریٰ نوشیرواں نے اس کی ازسرِ نو تشکیل کی، اسی کے زمانے میں برزویہ ہندوستان آیا اور کلیلہ و دمنہ اپنے ہمراہ لے کر گیا، اس سلسلے میں عام خیال یہ ہے کہ برزویہ کا یہ سفر صرف کلیلہ و دمنہ کے حصول کی غرض سے تھا لیکن پوری روایت کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ برزویہ تنہا نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ اس کے ہمراہ حکماء ایران کی ایک جماعت بھی اور حکومت کی طرف سے ایک وفد کی شکل میں یہ لوگ بھیجے گئے تھے، اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ مدرسہ جندیسابور کو ترقی دینے کے سلسلہ میں یہ ایک قدم تھا اور اس کا مقصد ہندوستان کے علمی سرمایہ کو حاصل کرنا تھا، ظاہری طور سے اس سفر کے نتیجے میں بجز کلیلہ و دمنہ اور کوئی چیز ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن یہ غور کرنے کی بات ہے کہ جو سفر اتنے اہتمام کے ساتھ ایک ہیئتِ علمیہ کو لے کر کیا جائے، اس کا مقصد صرف کہانیوں کی ایک کتاب کا حصول نہیں ہو سکتا، یقیناً کلیلہ و دمنہ کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی آئی ہوں گی لیکن تاریخ ان کے ذکر سے خاموش ہے، ہمارے اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ برزویہ کے اس سفر کے بعد ہی ہندی اطباء کی ایک خاصی تعداد مدرسہ جندیسابور میں

---

[1] ذبیح اللہ صفا: تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلام (ص ۱۸) [2] ایضاً (ص ۲۱)

ملتی ہے اور روایات بتاتی ہیں کہ طبِ ہندی وہاں کا ایک مستقل شعبہ تھا جس کے لئے ہندو اساتذہ وہاں رکھے گئے تھے، عصرِ حاضر کے مشہور مؤرخ احمد امین مصری جندیسابور کے ذکر میں لکھتے ہیں [۱]

وقد کانت تدرس فی مدرسہ جندیسابور الثقافۃ الھندیۃ، بجانب الثقافۃ الیونانیۃ وکان یشترک بعض الھنود فی الدرس باللغۃ الفھلویۃ۔

مدرسہ جندیسابور میں یونانی ثقافت کے ساتھ ساتھ ہندی ثقافت کا بھی درس دیا جاتا تھا اور اس کے لئے کچھ ہندو اساتذہ بھی وہاں رکھے گئے تھے جو پہلوی زبان میں درس دیتے تھے۔

قفطی کا بیان ہے [۲]:۔

"اس مدرسہ میں مختلف قوموں: ایرانی، ہندی، یونانی، اسکندرانی اور سریانی علماء کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا، لیکن ان سب چیزوں کو انھوں نے تصرفات کے ساتھ قبول کیا تھا یہی وجہ ہے کہ طبِ ایرانی، طبِ یونانی سے زیادہ مکمل ہے"

مذکورہ بالا تمام روایات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام جب آیا ہے تو اس وقت تک ہندی ثقافت کے اثرات ہر جگہ پہونچ چکے تھے اور اس نے علمی دنیا میں ایک اہم مقام حاصل کر لیا تھا، عرب بہت پہلے سے ہندوستان سے واقف تھے، ان دونوں کے درمیان اگر ثقافتی روابط نہ تھے تو تجارتی تعلقات تو بلاشبہ بہت قدیم زمانے سے قائم تھے، خصوصاً مسلمانوں میں جب تدوینِ علوم کا کام شروع ہوا ہے تو اس وقت تک ہندوستان عرب سے بہت قریب آچکا تھا بلکہ اس کا ایک حصہ خود اسلامی قلمرو میں شامل تھا، چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ شاہانِ بنی عباس، خصوصاً ہارون رشید، مامون رشید وغیرہ کے زمانے میں ہندی علماء، حکماء، اطباء کافی تعداد میں وہاں جمع ہو گئے تھے، جن میں اکثر وہ بھی تھے جو مدرسہ جندیسابور کی بدولت اپنی مادری زبان سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی سے بھی واقف تھے، اس طرح عربی میں نقلِ علوم کے لئے وہ بہت مفید ثابت ہو سکتے تھے، ذیل میں ان کی ایک مختصر فہرست دی جاتی ہے:۔

کنکا ہندی | ہندوستان کا مشہور، باکمال اور ماہر فلسفی تھا، طب میں بڑا درک رکھتا تھا، اشیاء کے مزاج وطبائع

---

[۱] ضحی الاسلام (۱/۲۵۶) [۲] اخبار الحکماء (ص ۹۳)

اور ان کے خواص وانفعال میں بھی مہارت رکھتا تھا، اس کے ساتھ علمِ ہیئت، ترکیبِ افلاک، ستاروں کی حرکات کا بھی بڑا عالم تھا۔[1]

جرجی زیدان لکھتا ہے[2]:

"دورِ عباسی میں ہندوستان کے طبیبوں، نجومیوں اور فلسفیوں کی ایک جماعت بغداد میں تھی، جن میں سے کنک (کنکا) بہت مشہور ہے، یہ طب کے علاوہ نجوم کا بھی ماہر تھا۔"

بعض مؤرخین نے اس کا نام منکہ اور کنک بھی لکھا ہے بلکہ یہاں تک اس میں غلط فہمی ہوئی ہے کہ کنکہ اور منکہ کو دو الگ الگ شخصیتیں سمجھا جانے لگا، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنی کتاب "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" میں اور ابن ندیم نے اپنی فہرست میں کنکہ اور منکہ کو دو الگ الگ عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے، نیز کنکا کی جس قدر مصنفات ہیں، ان میں سے کچھ کو کنکہ کی طرف اور کچھ کو منکہ کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ منکہ نامی ہندوستان کا کوئی طبیب یا فلسفی نہیں ہے بلکہ وہ کنکا ہی ہے، جس کو مطابقت ہندی کے اصل نام (कंका) سے بھی ہوتی، اس کے بغداد آنے کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون رشید سخت بیمار پڑا، بغداد کے تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے، اس موقع پر ایک درباری امیر ابو عمرو عجمی نے اس کو منکہ (کنکا) کے بلانے کا مشورہ دیا، ہارون رشید نے اس کو منظور کر لیا اور فوراً ایک آدمی کو سفر خرچ دے کر ہندوستان روانہ کیا، کنکا نے اس کا علاج کیا اور شفا ہوئی، جس کا اثر بادشاہ پر بہت زیادہ ہوا اور سرکاری طور پر اس کا معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔[3]

جاحظ کے بیان کے مطابق کنکا ان لوگوں میں ہے جن کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہندوستان سے بغداد بلایا تھا، مگر اس میں یہ نام منکہ ہے۔

ابو معشر جعفر بن محمد نے اس کو نجومیوں کے طبقے میں رکھا ہے، اور لکھا ہے[4]: "کنکہ گذشتہ زمانہ میں ہندوستان کے تمام پنڈتوں اور عالموں کے نزدیک جوتش میں سب سے زیادہ فائق تھا، اس کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مدرسہ جندیسا بور کے منجمین اور اطباء میں تھا۔ اور ان لوگوں میں تھا، جنھوں نے دیگر مترجمین کی مدد سے بہت سی

---

[1] عیون الانباء فی تاریخ الاطباء (ص ۳۲) [2] تاریخ التمدن الاسلامی (۳/۱۷۷) [3] عیون الانباء (۲/۳۳) [4] ایضاً (۲/۳۲) تاریخ الحکماء (ص ۲۶۵)

ہندی کتابوں کا فارسی اور عربی میں ترجمہ کیا۔

کنکا کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے[1] کہ ایک مرتبہ وہ کہیں سے گذر رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ چادر پر کچھ جڑی بوٹیاں رکھے ہوئے ایک معجون کی خوبیاں اور خصوصیات بیان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ روزانہ آنیوالے ایک دن ناغہ کے ساتھ آنے والے اور چوتھے دن آنے والے بخار، کمر اور گھٹنوں کے درد، بدگوشت، بواسیر، ریاح گٹھیا، آشوبِ چشم، پیٹ کے درد، سر اور کنپٹی کے درد، سلس البول، فالج اور رعشہ، غرض کہ جسم کی تمام بیماریوں کے لئے شفابخش ہے، منکہ (کنکا) نے اپنے ترجمان سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے، ترجمان نے جب اس کا ترجمہ کیا تو اس کو سن کر منکہ (کنکا) مسکرا کر کہنے لگا: واقعہ جو بھی ہو، عرب کے بادشاہ کی ناواقفیت کا ثبوت ہے، اس لئے کہ اگر وہ صحیح کہہ رہا ہے تو خلیفہ نے مجھے میرے وطن سے بلا کر اعزاز سے کیوں جدا کیا اور مصارفِ سفر کیوں برداشت کئے، جب کہ ایسا شخص اس کے سامنے ہی موجود ہے اور اگر وہ غلط کہہ رہا ہے تو اسے قتل کیوں نہیں کر دیا، قانون اور شریعت کی رو سے اس قسم کے لوگوں کا قتل کرنا مباح ہے۔ اگر یہ شخص قتل کر دیا جاتا ہے تو یہ صرف ایک ایسے آدمی کا قتل ہوگا، جس سے ایک مخلوق کو زندگی حاصل ہوگی اور اگر اسے آزاد چھوڑ دیا گیا اور وہ اپنے جہل کا اسی طرح اعلان کرتا رہا تو روزانہ لوگوں کی جانیں لے گا۔

عرب مؤرخین نے اس کی تصانیف میں حسبِ ذیل کتابوں کے نام دیئے ہیں[2]:

۱- کتاب النموذار فی الاعمار۔

۲- کتاب اسرار الموالید (کتاب زائچوں کے بھید میں)

۳- کتاب القرانات الصغیر و کتاب القرانات الکبیر (بڑے اور چھوٹے قران یا لگن کی کتاب)

اس کتاب کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ لکھتا ہے: یہ کتاب فنِ طب میں ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔

۴- کتاب فی احداث العالم والدور فی القران (دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لگن میں چکر کے متعلق)

۵- کتاب فی التوہم (مسمریزم)

ان مستقل کتابوں کے علاوہ، اس کے وہ ترجمے بھی ہیں جو اس نے سنسکرت سے عربی یا فارسی میں کئے جن کا ذکر

---

[1] عیون الانباء (۲/۳۴، ۳۵) [2] ابن ندیم: الفہرست (ص ۳۹۲)، تاریخ الحکماء (ص ۲۶۷) عیون الانباء (۲/۳۲)

آگے آئے گا۔

صالح بن بہلہ | اس کا اصلی نام سالئہ सालहा اور باپ کا نام بہلہ تھا۔ عرب چونکہ ٹ کی ادائیگی نہیں کر سکتے، اس لئے یہ نام معرب ہو کر صالح ہو گیا اور اب اپنی اصل سے اتنا دور ہو گیا کہ جب تک پوری تحقیق نہ کی جائے، اصل نام کا پتہ نہیں چل سکتا، عربی اور فارسی کی تمام تاریخوں میں اس کا ذکر اسی نام سے ملتا ہے:

جرجی زیدان اس کے بارے میں لکھتا ہے[1]:

ومنهم صالح بن بهلة الهندي	ان (اطباء) میں ایک صالح بن بہلہ ہندی بھی ہے جو ہارون رشید
جاء العراق في ايام الرشيد ايضا	کے زمانہ میں عراق آیا اور ہمہ گیر شہرت حاصل کی اور اس وقت جو
ونال شهرة واسعة وخالط اطباءها	اطباء وہاں تھے، ان سے بہت جلد اس کا ربط ضبط ہو گیا،
يومئذ واختلطوا به، فاذا لم يكونوا	نیز وہ بھی اس سے مانوس ہو گئے، اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا
نقلوا شيئا من كتبه فلا بد من	ہے کہ اگر انھوں نے اس کی کتابوں سے کچھ نقل نہیں کیا تو اس قدر
اقتباسهم شيئا من	تو ماننا پڑیگا کہ اس کے واسطے سے انھوں نے ہندی اطباء
آراء الهند۔	کی آراء سے ضرور اقتباس کیا ہے۔

ابراہیم بن صالح، خلیفہ ہاروں رشید کے چچازاد بھائی کا اس نے بڑا معرکۃ الآراء علاج کیا تھا، پوری روایت کے دیکھنے سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ اس پر سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی جس کو دیکھ کر خلیفہ کے طبیب خاص جبرئیل بن بختیشوع نے اس کی موت کا حکم لگا دیا تھا، اس موقع پر سالئہ نے اس کا علاج کیا اور فی الفور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس کے بعد ایک زمانہ تک وہ زندہ رہا۔ ابن ابی اصیبعہ اور قفطی نے تفصیل کے ساتھ یہ پوری روایت نقل کی ہے[2]۔

ابن دھن | اس کا اصلی نام ابندھن ہے جو عربی میں آکر 'ابن دھن' ہو گیا اور اسی نام سے تمام مسلم مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے، یہ رسم الخط کی ابتدائی غلطی ہے جس کی تصحیح ابھی تک نہیں ہو سکی، پروفیسر ایڈورڈ سخاؤ (SAKHAU) نے ابندھن کے نام کی صحت میں دلچسپ موشگافیاں کی ہیں مگر صحیح نام وہ بھی نہ بتا سکے،

---

[1] تاریخ التمدن الاسلامی (۳/۱۶۸)

[2] عیون الانباء (۲/۳۵) تاریخ الحکماء (ص ۲۱۵)

ابن ندیم اس کے بارے میں لکھتا ہے:[1] "ابن دھن الھندی وکان الیہ بیمارستان البرامکہ نقل الی العربی من اللسان الھندی" ابن دھن ہندی برامکہ کے بیمارستان (میڈیکل کالج) کا افسرِ اعلیٰ تھا، اور ہندی سے عربی زبان میں کتابوں کا ترجمہ کیا کرتا تھا۔

صنجھل ہندی | اس کا اصل نام سنگھل सिंघल ہے، صنجھل اس کی معرب شکل ہے، ہندوستان کے مشہور پنڈتوں اور ویدوں میں تھا، نجوم اور طب میں مہارت رکھتا تھا، اس کی تصانیف میں دو۲ کتابوں کے نام ملتے ہیں جو عربی میں منتقل ہوئیں۔

۱- المو البد الکبیر (بڑے زائچے) ۲- اسرار المسائل (سوالوں کے بھید)[2]

سنگھل کا نام بیرونی نے بھی اپنی کتاب "تحقیق ما للہند" میں نجوم کے بیان میں لیا ہے۔[3]

حسب ذیل نام وہ ہیں، جن کے بارے میں جاحظ نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن خالد نے ان کو ہندوستان سے بغداد بلوایا تھا۔[4]

۱- منکہ یہ وہ کنکا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

۲- بازیگر اس کا اصل نام بجے گر (विजयगार) ہے۔

۳- قلرقل۔

۴- سندباز اس کا اصل نام سدھ بار "सिद्धुबार" ہے

علمِ طب

علمِ طب دنیا کا ایک قدیم علم ہے، جس کے آثار ۶۰۰۰ قبل مسیح سے ملتے ہیں، البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کا موجد کون ہے؟ اس بارے میں قفطی اور ابن ندیم نے ایک طویل روایت نقل کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اہلِ مصر اس کے موجد ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہرمس نے ان تمام علوم: طب اور فلسفہ کا استخراج کیا، بعض کے خیال میں اہل قوس یا قولوس، اسی سلسلہ میں انھوں نے ایک نام ہندوستان کا بھی لیا ہے۔[5]

---

[1] فہرست (ص ۳۵۶) [2] ایضاً (ص ۳۹۲) عیون الانباء (۲/۳۲) [3] تحقیق ما للہند (ص ۷۶)

[4] البیان والتبیین ۱/۴۰ - [5] تاریخ الحکماء (ص ۹۲) فہرست ابن ندیم (ص ۴۱۲)

بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو لیکن یہ امر مسلم ہے کہ علمی حیثیت سے جن قوموں نے طب کی تدوین کی، ان میں اہلِ ہند قابلِ ذکر حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں میں جب اس فن پر کام شروع ہوا تو مصری، یونانی، ایرانی مآخذ کے ساتھ ساتھ ویدک کی کتابوں کے بھی انھوں نے ترجمے کیے جن کی ایک کثیر تعداد ہے۔ اگرچہ ان کے بارے میں بجز چند کے تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں پھر بھی جس حد تک مؤرخین نے لکھا ہے، اس سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ طبِ عربی کی تشکیل میں ہندی طب (ویدک) ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے، یحییٰ بن خالد برمکی کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے ایک شخص کو ہندوستان اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ وہاں کی جڑی بوٹیوں، دواؤں اور مذاہب کا حال لکھ کر لائے[1]، اس شخص کے بارے میں اگرچہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا لیکن ہندوستانی دواؤں اور جڑی بوٹیوں پر عربی میں کچھ کتابیں ضرور ملتی ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یحییٰ بن خالد کی یہ کوشش بارور ثابت ہوئی۔

غرض کہ ویدک سے مسلمان جس حد تک متاثر ہوئے، اس کا اندازہ جرجی زیدان کی حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے[2]:

"عباسی دور کے بعد مسلمانوں نے ادب، طب، صیدلہ اور پر جو کچھ لکھا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام مصادر میں ہندی اصل کتابوں پر پورا پورا اعتماد کرتے تھے، مثال کے طور پر قانون ابن سینا یا رازی کی ملکی یا ان کے علاوہ طب کی دوسری کتابوں کو جب دیکھا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ جب کسی مرض کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی اس طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ مثلاً ہندوؤں میں اس کا یہ نام ہے اور وہ اس طرح اس کا علاج کرتے ہیں۔"

ذیل میں ہندی کی ان کتابوں کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے جو عباسی دور میں عربی میں نقل کی گئیں۔

۱۔ سشرت سنہتا सुश्रुत संहिता غالباً ویدک کی سب سے پہلی کتاب جو عربی میں نقل کی گئی وہ سشرت سنہتا ہے، اس کا مؤلف سشرت ہے جو ایک ماہرِ فن وید تھا اور ان لوگوں میں تھا جو ویدک کے ارکانِ اصلیہ شمار کیے جاتے ہیں، اس نے دیوداس سے بنارس میں طب کی تعلیم حاصل کی تھی، عربی میں یہ کتاب حکیم بو علی سینا کی "قانون" کے ہم پلہ کہی جاتی ہے، عرب مؤرخین نے کتاب "سسرد" کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] فہرست ابن ندیم (ص ۴۹۸) [2] تاریخ التمدن الاسلامی ۳/۱۷۷

• اس کتاب میں بیماریوں کی مختلف علامات اور ان کے علاج اور دواؤں کی تفصیل ہے، پوری کتاب دس ابواب میں ہے[1]، ابن ندیم اس کے ذکر میں لکھتا ہے[2]:

کتاب سسرد، عشر مقالات	کتاب سسرد، یہ دس مقالوں میں ہے، یحییٰ بن خالد
امر یحیی بن خالد بتفسیرہ	نے منکہ ہندی (کنکا) کو جو بیمارستان کا افسر اعلیٰ تھا
لمنکہ الھندی فی البیمارستان	اس کتاب کے ترجمے پر مامور تھا، یہ کتاب طبی دستور العمل
دیجری مجری الکناس۔	کی قائم مقام ہے۔

رازی نے اپنی کتاب میں مختلف مقامات پر اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں[3]۔

کتاب مذکور کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس کا مترجم کویراج بھیشا گرتنا ہے اور ۱۹۰۷ء میں کلکتہ سے چھپی ہے[4]۔

۲- چرک سنہتا (चरक संहिता) یہ کتاب ہندوستان کے مشہور وید 'چرک' کی تصنیف ہے — جو ہندوستان کے نامور مہاراجہ 'کنشک' کے دربار میں تھا، ناگارجن ماہر علم کیمیا اور آشو گھوش بھی چرک کے معاصرین میں تھے[5]۔ اس کا زمانہ پہلی صدی عیسوی کا رہا ہے، اس کتاب کے بارے میں البیرونی کا بیان ہے[6]:-

"ہندوؤں کے پاس ایک کتاب ہے جو اپنے مصنف 'چرک' کے نام سے مشہور ہے، یہ لوگ اس کتاب کو اپنی طب کی کل کتابوں پر ترجیح دیتے ہیں، ان کا اعتقاد ہے کہ چرک پچھلے دواپر میں ایک رشی تھا، جس کا نام 'اگن بیش' تھا، جب اس نے متقدمین میں سے سوتر کی اولاد سے جو رشی لوگ تھے، طب کی تعلیم حاصل کی، اس وقت اس کا نام 'چرک' یعنی عقلمند رکھ دیا گیا، ان لوگوں نے یہ علم آندر سے سیکھا تھا، اور اس نے اشونی سے جو دیو کے دو طبیبوں میں سے ایک تھا، اور اس نے 'پرجاپت' سے سیکھا تھا جو برہما یعنی پدر اول ہے، یہ کتاب برمکیوں کے لئے عربی میں نقل کی گئی تھی"

یہ کتاب اصل سنسکرت سے پہلے فارسی میں منتقل ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔

---

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء (ص ۲/۳۳) [2] فہرست ابن ندیم (ص ۴۳۵)

[3] " (ص ۲/۳۳) [4] ذبیح اللہ صفا: تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلام (ص ۲۸)

[5] البرامکہ (ص ۴۲۹) [6] تحقیق ما للہند (ص ۷۶)

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا مترجم کنکا ہندی تھا۔

عرب مؤرخین نے اس کا ذکر کتاب 'شرک' اور 'سیرک' کے نام سے کیا ہے۔[1]

رازی نے اپنی تصانیف میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔

۳۔ کتاب السموم (زہروں کی کتاب) | اس کتاب کا اصل مصنف چانکیہ (CHANAKYA) جس کو عرب مؤرخین نے شاناق کہا ہے، یہ چندر گپت موریہ (۳۲۱ - ۲۹۸ قبل مسیح) کا وزیر تھا۔

ابن ابی اصیبعہ اس کے بارے میں لکھتا ہے:[2]

ومن المشهورين ايضا من اطباء الهند	ہندوستان کے مشہور اور نامور اطباء میں شاناق بھی ہے
شاناق وكانت له معالجات وتجارب	علم طب میں اس کے معالجات اور تجربات کثیر ہیں، اس کے
كثيرة فى صناعة الطب وتفنن فى العلوم	علاوہ مختلف علوم اور فلسفہ و حکمت میں بھی اس کو دستگاہ تھی
وفى الحكمة وكان بارعاً فى علم النجوم	خصوصاً جوتش کا ماہر تھا، اس کی بحثیں بہت عمدہ ہوتی ہیں
حسن الكلام، متقدما عند ملوك الهند	یہ ہندی راجاؤں کے یہاں مقرب تھا۔

یہ کتاب پانچ مقالات میں ہے، اولاً کنکا نے یحییٰ بن خالد برمکی کے لئے یہ ترجمہ کیا تھا، پھر خلیفہ مامون رشید کے غلام عباس بن سعید جوہری نے عربی میں اس کا ترجمہ کیا۔[3]

ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا زیر نظر کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:[4] "۱۹۳۴ء میں ایک کتاب بعنوان "کتاب الشاناق فی السموم والتریاق" برلن میں جرمن ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی تھی جس کا مصحح "BENITLA STRAUSS" ہے، یہ کتاب دو حصوں میں ہے، پہلا حصہ کتاب السموم شاناق سے ماخوذ ہے، جس کو کنکا نے ہندی سے پہلوی میں نقل کیا تھا، دوسرا حصہ غالباً وہ ہے جو عربی میں اس کے ترجمہ کے وقت یونانی ماخذ سے سموم و تریاقات کے باب میں اس پر اضافہ کیا گیا ہے۔

۴۔ کتاب فی علاجات النساء (کتاب عورتوں کے علاج میں) | یہ کتاب ہندوستان کی ایک طبیبہ "روسا" کی تصنیف ہے۔[5] اس کے عربی مترجم کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ رازی کے سامنے یہ کتاب رہی ہے، چنانچہ اس نے اپنی مصنفات

---

[1] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۳۵) عیون الانباء (۳۲/۲) یعقوبی: تاریخ (۹۴/۱) [2] عیون الانباء (۳۳/۲)
[3] عیون الانباء، ابن ندیم (ص ۴۲۱) [4] تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلام (ص) [5] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۳۵)

ہیں ان کے حوالے دیئے ہیں [1]

۵- کتاب توقشتل/توکشتل | ہندوستان کے کسی وید توقشتل نامی کی تصنیف ہے۔ عرب مؤرخین کی یہ تم ظریفی ہے کہ اکثر جگہ انھوں نے ہندی کتابوں کے ذکر میں کتاب کا اصل نام یا معرب نام بھی نہیں دیا بلکہ لفظ کتاب کو مصنف کی طرف مضاف کر دیا ہے گویا اس طرح وہ اپنے حق بیان سے عہدہ برآ ہو گئے، یہ توقشتل کون ہے؟ کس زمانہ کا ہے، کتاب کا اصل سنسکرت نام کیا ہے؟ یہ تمام تفاصیل تحقیق طلب ہیں، عرب مؤرخین کے یہاں صرف اتنا بیان ملتا ہے، کہ زیرِ نظر کتاب میں ننوامراض اور سو دواؤں کا ذکر ہے [2]

اسی طبیب کی ایک دوسری کتاب "التوہم فی الامراض والعلل" ہے، یہ دونوں کتابیں بھی رازی کا ماخذ رہی ہیں [3]

۶- کتاب فی اجناس الحیات وسمومہا [4] (کتاب سانپوں کی اقسام اوران کے زہروں کے بیان میں) | اس کتاب کا مصنف رائے ہندی ہے، عربی مترجم کا نام تحقیق نہیں ہوسکا۔

۷- کتاب ندان | بعض مؤرخین کے یہاں اس کا تلفظ "بدان" بھی ملتا ہے، بظاہر یہ مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے جس کی طرف لفظِ کتاب کو مضاف کر دیا گیا ہے، اس کتاب میں چار سو چار بیماریوں کی شناخت کا بیان ہے [5]۔

مجہول الاسم ہندی کتابیں | مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اس فن پر اور بھی بہت سی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں، جن کے الگ الگ نام مؤرخین نے نقل نہیں کئے، بلکہ کچھ ہندی مصنفین کے نام دیدیئے ہیں، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ لکھتا ہے [6]:

"صنجھل کے بعد ہندوستان میں طبیبوں اور ویدوں کی ایک جماعت گذری ہے، طب اور دوسرے علوم میں ان کی کتابیں مشہور ہیں، جیسے باکھر، راجہ، صکہ، داھر، انکر، زنکل، جبہر، اندی، جاری، یہ سب کے سب صاحبِ تصانیف ہیں اور ہندوستان کے طبیبوں اور دانشوروں میں تھے، نجوم اور جوتش کے متعلق ان کے قواعد مرتب اور اصول واحکام متعین ہیں، تمام ہندوستانی ان کی تصانیف کے ساتھ اعتنا کرتے ہیں اور ان کی اقتدا کرتے ہیں، نیز انہیں دوسری زبانوں میں منتقل

---

[1] عیون الانباء (۳۳/۲) [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔ [4] ابن ندیم: الفہرست (ص ۴۳۵)
[5] تاریخ یعقوبی (۹۴/۱) [6] عیون الانباء (ص ۳۳/۲)